فیملی بزنس میں زکوۃ کے مسائل اور ان کا حل
(سی۔ایس۔آر۔اور شرعی احکام کے تناظر میں)

محمد عمر فاروق *
حافظ محمد حسین **

Abstract

There is a high human value to benefit the people, especially by a business person or an organization that contributes to society with his income. This is called "Corporate Social Responsibility" in the business term. On the other hand, considering the teachings of religion Islam, it is clear that Islam is the name of well-wishing for others. Allah Almighty motivates his believers to spend a part of their wealth for the welfare of society , and Zakat is the most prominent one these orders. This research article mentions the zakat issues related to family business. It consists of nine Zakat issues that a family business faces them. During my ongoing research on family businesses, I looked at the problems faced by family businesses and then presented their solutions. During giving solutions to these problems, strong arguments are added to prove That Islam has provided the strongest and best foundation for CSR in the shape of Zakat.

Keywords: Corporate Social Responsibility, Islam, Zakat, Family Business.

الف– اسلام اور سی۔ایس۔آر

دنیا بھر میں کمپنیوں میں کارپوریٹ سوشل رسپانسیبلٹی(Corporate social responsibility)کا

* محمد عمر فاروق، ریسرچ اسکالر، ایم فل / پی ایچ ڈی، شعبہ قرآن وسنۃ، کلیۃ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی، کراچی۔
** ڈاکٹر حافظ محمد حسین، اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف لاہور۔(سرگودھا کیمپس)

ایک مضبوط تصور اور شعور پایا جاتا ہے۔ اس کو آسان الفاظ میں "کسی کاروباری کمپنی کی اپنے ذمہ سماج کے حقوق کی بجاآوری" سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ دنیا بھر میں اس کی اہمیت مسلم ہے۔

سی۔ایس۔آر کی تعریف

کارپوریٹ سوشل رسپانسیبلٹی کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

"Corporate Social Responsibility is about companies having responsibilities and taking actions beyond their legal obligations and economic/business aims. These wider responsibilities cover a range of areas but are frequently summed up as social and environmental - where social means Sociology & Humanity society broadly defined, rather than simply social policy issues. This can be summed up as the tri-le bottom line approach: i.e. economic, social and environmental."[1]

" کارپوریٹ سوشل رسپانسی بلٹی" سے مراد کمپنیز کی وہ ذمے داریاں اور افعال ہیں، جو وہ کسی قانون یا کاروباری مقصد سے بالاتر ہو کر سرانجام دیتی ہیں۔ ان ذمے داریوں کا تعلق یوں تو بہت ساری چیزوں سے ہو سکتا ہے، مگر یہاں سماج اور ماحول خاص طور پر مراد ہے۔ سماجی سے مراد معاشرتی اور انسانی ذمے داریا ں ہیں۔ سوسائٹی کا مفہوم بھی وسیع ہے، یہاں سماج کے حکمت عملی سے متعلقہ مسائل مراد نہیں۔ اس ساری تعریف کا خلاصہ "ٹرپل بوٹم لائن اپروچ" میں نکالا جاسکتا ہے، یعنی اس سے کسی بھی کمپنی کی معاشی، معاشرتی اور ماحولیاتی تین ذمے داریاں مراد ہیں۔"

اسی طرح انویسٹوپیڈیا ڈکشنری میں C.S.R کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

Corporate social responsibility (CSR) is a self-regulating business model that helps a company be socially accountable — to itself, its stakeholders, and the public.[۲]

" کارپوریٹ سوشل رسپانسیبلٹی" سے مراد ایک ایسا بزنس ماڈل جس میں کسی چیز کا خود کو ذمے دار سمجھا جاتا ہے، جس کی مدد سے کمپنی سماجی طور اپنی ذات کی، اپنے اسٹیک ہولڈرز کی اور عوام الناس کی ذمے دار ٹھہرتی ہے۔"

خلاصہ یہ ہوا کہ کسی بھی کاروباری کمپنی کا سماجی مسائل سے لاتعلق نہ رہنا، بلکہ معاشرے کو own کرتے ہوئے اس کے حقوق کی ادائیگی اس کے اخلاقی فرائض میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کاروباری ادارہ معاشرے

کے ذریعے آمدن کمارہا ہوتا ہے، وہ اپنے کاروباری مقاصد کے لیے معاشرے کو کئی طرح سے استعمال کرتا ہے تو اب یہ اس کا اہم فریضہ ہے کہ وہ معاشرے کو اس کے حقوق ادا کرے۔ وہ اپنی آمدن کا ایک مناسب حصہ معاشرتی سرگرمیوں پر لگائے۔ معاشرے کے نادار طبقے پر خرچ کرے۔

چند عالمی مثالیں

اس حوالے سے شعور دنیا بھر میں پایا جاتا ہے۔اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ بل گیٹس اور وارن بفے دو معروف وامیر ترین بزنس مین ہیں۔ انھوں نے ۲۰۱۰ء میں اپنی جائیداد کا ایک معقول حصہ وقف کر کے دی گوِنگ پلیج (The giving pledge) کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی اور دنیا بھر کے ارب پتیوں کو اس میں شمولیت کی دعوت دی کہ وہ اپنی نصف دولت یا اپنے سرمائے کا ایک بڑا حصہ وقف کر دیں۔ یہ دولت وہ اپنی حیات میں بھی وقف کر سکتے ہیں اور وفات کے بعد اس کی وصیت بھی کر سکتے ہیں۔انھوں نے واضح کیا کہ تحریک کا مقصد بغیر کسی رنگ، نسل اور مذہب کے انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔

۲۰۱۰ء میں اس کے آغاز کے ساتھ چالیس ارب پتیوں نے اپنی نصف سے زائد دولت وقف کرنے کا اعلان کیا۔ ان کی وقف کردہ مجموعی دولت ۱۲۵ بلین ڈالر تھی۔ آج دنیا کے ۲۲ ممالک سے ۱۷۴افراد اس کے ممبر ہیں، جو دنیا کے مالدار ترین افراد شمار کیے جاتے ہیں۔ ان افراد نے گزشتہ آٹھ سالوں میں ۳۵.۷۶ بلین ڈالرز وقف کر دیے ہیں۔ اس ادارے کو "بل گیٹس" اور ان کی اہلیہ نے ۳.۷۷ بلین ڈالر وقف کیے ہیں۔ "وارن بفے" نے ۲۶.۷ بلین ڈالر وقف کیے۔ فیس بک کے مارک زکربرگ اور ان کی اہلیہ نے ۳۵.۷بلین ڈالر وقف کیے ہیں۔[۳]

ایک فیملی بزنس بھی سی ایس آر جیسے نہایت ضروری اخلاقی عمل سے قطعی خالی نہیں رہ سکتا۔ ہماری تحقیق کا تعلق چونکہ فیملی بزنس سے ہے، اس لیے آگے بڑھتے ہوئے فیملی بزنس کی تعریف جاننا ضروری ہے۔

فیملی بزنس کی تعریف

فیملی بزنس کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

> "فیملی بزنس ایسا کاروبار ہے جو پروپرائٹر شپ، پارٹنر شپ، کمپنی یا کسی بھی اجتماعی صورت میں پایا جائے اور اس میں ملکیت وانتظام کے کل یا زیادہ تر حقوق واختیارات ایک ہی خاندان کے افراد کے پاس ہوں، نیز یہ کاروبار کئی نسلوں تک چلتا رہے۔"[۴]

ایک مسلمان فیملی بزنس کو سی۔ایس۔آر کی سرگرمیوں کو بطور خاص اس وجہ سے اپنی پالیسی کا لازمی حصہ بنانا چاہیے کہ اسلام میں اس کی بے حد تاکید آئی ہے، نیز اسلام میں "انفاق فی سبیل اللہ" کا تصور سی۔ایس۔آر کے تصور سے کہیں بہتر اور اعلی تر ہے۔ اللہ تعالی نے اہل ثروت اور ذی استطاعت لوگوں کو معاشرے پر خرچ کرنے سے بہت زیادہ

تاکید فرمائی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ (۵)

''اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اس (مال و دولت) میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمھیں اپنا نائب (وامین) بنایا ہے، پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے خرچ کیا اُن کے لیے بہت بڑا اَجر ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (۶)

''اور تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری ملکیت اللہ ہی کی ہے (تم تو فقط اس مالک کے نائب ہو)۔''

تیسری جگہ باری تعالی فرماتے ہیں:

مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ (۷)

''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پھر وہ اس کے لیے اسے کئی گنا بڑھا دے گا، اور اللہ ہی (تمھارے رزق میں) تنگی اور کشادگی کرتا ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

ان آیات مبارکہ سے یہ سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالی اہل ایمان کو معاشرے میں موجود اپنے ہم جنسوں پر خرچ کرنے کی بے حد ترغیب دے رہے ہیں۔پہلی آیت مبارکہ میں اللہ ورسول پر ایمان لانے کے فوراً بعد تیسرے اہم ترین حکم کے طور پر انفاق فی سبیل اللہ کو ذکر کیا گیا ہے، نیز فرمایا کہ ایسے لوگوں کے لیے بہت بڑا اجر ہے، یعنی آخرت میں ملنے والا یہ اجر حد و حساب سے بالاتر ہے۔دوسری آیت مبارکہ میں دنیا کی تمام چیزوں کو اللہ تعالی کی میراث اور ملکیت فرمایا، جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ اماناً ہے، حقیقت میں وہ اللہ تعالی کی ملکیت ہے، لہذا اسے خرچ بھی اسی کی منشاو مرضی کے مطابق کرنا ہو گا۔اور اللہ جو کہ مال و دولت کا اصل مالک ہے، اس کی منشا یہ ہے کہ اسے اس کے ضرورت مند بندوں پر خرچ کیا جائے۔

تیسری آیت مبارکہ میں معاشرے پر خرچ کرنے کا نہایت ہی انوکھا انداز اختیار کیا گیا ہے۔فرمایا گیا کہ کیا تم اللہ تعالی کو قرض دینے کے لیے تیار ہو؟ یعنی اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنے پر تمھیں کوئی اندیشہ نہیں کرنا چاہیے، اللہ تمھیں اس کا بدلہ بڑھا چڑھا کر دیں گے۔غرض، مخلوق خدا اور معاشرے پر خرچ کرنے کی ترغیب جس قدر اسلام اور احکام اسلام میں ہے، اتنی کہیں اور نہیں ملتی۔اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دنیا جسے آج ''کارپوریٹ سوشل رسپانسی بلٹی''

کے خوبصورت لبادے میں ایک تصور کے طور پر پیش کر رہی ہے، دین اسلام میں اسے ایمان کے بعد ایک بہت بڑے حکم کے طور پر نافذ کیا گیا ہے۔

اسی طرح ذخیرہ احادیث میں غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اسلام سراپا خیر خواہی اور انسانیت کی خیر خواہی کی تلقین کرتا ہے، چنانچہ اسلام کے نزدیک اصل دین داری ہے ہی دوسروں کی خیر خواہی کا نام۔

احادیث مبارکہ

ایک حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

عن تميم الدَّاريِّ، قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: "إن الدِّينَ النَّصيحةُ، إن الدينَ النَّصيحة، إنَّ الدِّين النصيحة"، قالوا: لِمَنْ يا رسولَ الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: "لله وكتابِه ورسوله وأئمةِ المؤمنينَ وعامَّتهم، أو أئمة المسلمينَ وعامَّتهم-"(۸)

"حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے، بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے، بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کس کے لیے؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالی کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مومنین کے سربراہوں کے لیے اور عامۃ الناس کے لیے۔"

دوسری حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو سب سے بہتر قرار دیا ہے، جو انسانیت کی نفع مندی کے کام کرے۔ حدیث پاک کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ (۹)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نافع ثابت ہو۔"

ان احادیث مبارکہ میں پیغمبر اسلام نے ایک مومن کی جس قسم کی خصوصیات بتائی ہیں، ان میں دوسروں کی نفع رسانی، خیر خواہی اور معاشرہ پروری ہی نظر آتی ہے۔ اس لیے یہ بات کسی بھی قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اسلام سی۔ایس۔آر کا سب سے بڑا داعی، اس کے مقاصد کو اعلی تر درجے میں پورا کرتا اور انسانیت کا سب سے بڑا ہی خواہ ہے۔

حکم زکوۃ، سی۔ایس۔آر کا سب سے بڑا مظہر

اس کے بعد زکوۃ کے حکم کو لیجیے تو پتا چلے کہ معاشرے پر خرچ صرف ایک ترغیبی عمل ہی نہیں، بلکہ خرچ کرنے کی ایک حد ایسی ہے جو واجب صدقہ کے طور پر صاحب استطاعت لوگوں پر عائد کی گئی ہے۔ ساڑھے باون تولہ

چاندی، ساڑھے سات تولہ سونا، مال تجارت اور مکانوں کے تجارتی کاروبار پر اگر ایک سال پورا گزر جائے تو اس مال میں سے چالیسواں حصہ نکال کر خدا کی راہ میں دینا میں "زکوۃ" کہلاتا ہے۔ (۱۰)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ۔ (۱۱)

"اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے، تو میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ لوں گا جو خدا سے ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (۱۲)

"اور جو زکوۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو تو ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دگنا کرنے والے ہیں۔"

ب۔فیملی بزنس اور زکوۃ کے مسائل

ہم اس تحقیقی مضمون کے اس دوسرے حصے میں درج بالا حکم یعنی زکوۃ جو کہ سی۔ایس۔آر کی ایک بے نظیر مثال ہے، کی تفصیل فیملی بزنس کے حوالے سے ذکر کرنا چاہیں گے۔یہ تفصیل چند ایسے مسائل و شرعی احکام کی صورت میں ذکر کی جائے گی، جو چند حقیقی فیملی بزنسز کے در پیش ہوئے اور ان کا شرعی حل پیش کیا گیا۔ ان مسائل کی روشنی میں کسی بھی فیملی بزنس کو زکوۃ سے متعلق تمام اہم مسائل سے آگاہی حاصل ہو جائے گی۔

ا۔زکوۃ کا وجوب

AB فیملی بزنس میں زکوۃ پورے کاروبار کے حساب سے نکالی جاتی ہے، کیا یہ درست ہے یا پھر شرکا اپنے حصے کی زکوۃ خود نکالیں؟

شرعی حکم

اگر شرکا نے اپنے حصے کی زکوۃ کی ادائیگی کا کسی ایک کو وکیل بنایا ہے اور وہ ان کی اجازت سے ایسا کر رہے ہیں تب تو ان کی طرف سے زکوۃ ادا ہو جائے گی لیکن اس طرح ان کے صرف حصہ کاروبار کی زکوۃ ادا ہو گی لہذا اس کے علاوہ ہر ایک کی ذاتی ملکیت میں جو مال ہے مثلا سونا، چاندی، نقد رقم یا کوئی اور مال تجارت وغیرہ اس کی زکوۃ کی ادائیگی ہر شریک پر اپنی ذمے داری ہو گی۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے:

فلاتتادی (الزکوۃ) الا به او بنائبه تحقیقاً لمعنی العبادۃ, لان العبادۃ شرعت لمعنی الابتلاء لیتبین الطائع من العاصی، و ذلک لا یتحقق بغیر رضا و قصدہ, و لانه مامور بالایتاء و لا یتحقق من غیرہ الا ان یکون نائباً عنه لقیامه مقامه (۱۳)

”زکوۃ ادا نہیں ہوتی سوائے اس کے خود ادا کرنے یا اپنے نائب کے ذریعے ادا کروانے سے، یہ اس لیے تاکہ عبادت کا معنی متحقق ہو سکے، وجہ یہ ہے کہ عبادت آزمائش کے لیے مقرر کی جاتی ہے، تاکہ فرماں بردار اور نافرمان کا فرق واضح ہو سکے۔ اور یہ معنی بغیر دلی رضا اور ذاتی ارادے کے متحقق نہیں ہو سکتا۔ اس شخص کو دینے کا حکم دیا گیا ہے، دینے کا عمل خود یا اپنے نائب کے ذریعے ہی متحقق ہو سکتا ہے۔“

۲۔ مشترکہ تجارت میں زکوۃ کا مسئلہ

مشترک تجارت میں حولان حول (ایک سال کی تکمیل) کے بعد زکوۃ مشترک واجب ہو گی یا انفراداً؟ یعنی کل شرکاء مل کر زکوۃ کا روپیہ نکالیں؟

شرعی حکم

مشترکہ تجارت پر زکوۃ واجب نہیں ہو گی، بلکہ فرداً فرداً ہر ہر شریک کے ذاتی حصے پر واجب ہو گی۔ اس طرح کہ ہر شخص انفرادی طور پر اپنے روپے و مال جو حولان حول کے بعد اس کے حصے میں آئے، اس کی زکوۃ ادا کرے گا۔

صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں:

لو ادی زکوۃ غیرہ بغیر امرہ فبلغه فاجاز لم یجز لانها وجدت نفاذاً علی المتصدق لانها ملکه و لم یصر نائباً عن غیرہ فنفذت علیه۔ (۱۴)

”اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی زکوۃ اس کی اجازت کے بغیر ادا کر دی، پھر جب اس کو خبر ملی تو اس نے اس کی اجازت دے دی تو یہ جائز نہیں، کیونکہ اس صدقے کا نفاذ اصل صدقہ کرنے والے کی جانب سے پایا گیا ہے، وجہ یہ ہے یہ مال اسی کی ملکیت تھا اور وہ کسی دوسرے کا نائب بھی نہیں تھا، لہٰذا اسی کے ذمے میں نافذ ہو گئی۔“

۳۔ زکوۃ اندازے سے نکالنا

زکوۃ کا حساب کرنے میں زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے، بلکہ موجودہ اسٹاک کا اندازہ کرتے ہیں اور جو ادائیگیاں کرنا ہیں، ان کو منفی کر لیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ تھوڑی ہی نکالیں۔

شرعی حکم

زکوۃ سرسری اندازے سے نہیں بلکہ کمپنی کے درج ذیل اثاثوں کا حساب لگا کر ادا کریں:

- کمپنی کے اپنے پاس موجود رقم
- بینک بیلنس میں موجود بیلنس
- تیار شدہ پروڈکٹ جو بیچنے کے لیے رکھی ہوئی ہے اس کی قیمت فروخت
- پروڈکٹ بنانے کے لیے خریدا ہوا خام مال
- حکومت کے ذمہ واجب الاداء رقم، مثلاً: آپ گارنٹی کی مدت کے لیے کچھ سیکیورٹی رکھواتے ہیں
- کمپنی کے لوگوں پر واجب الادا قرضہ جات
- مختلف جگہوں پر دی گئی ایڈوانس رقم
- قطعی طور پر آگے بیچنے کی نیت سے خریدا ہوا کوئی بھی مال

کمپنی کے مندرجہ بالا تمام اثاثوں کا حساب لگا کر اس سے وہ دیون منہا کریں جو کمپنی کے ذمے واجب الاداء ہیں پھر مابقی کی زکوۃ ادا کریں۔ اور مقررہ مقدار زکوۃ سے کچھ زیادہ دینا بہتر ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اعلم ان الدیون عند الامام ثلاثة: قوی، متوسط، وضعیف، (فتجب) زکاتها اذا اتم نصاباً و حال الحول، لکن لا فورا بل (عند قبض اربعین درهماً من الدین) القوی کقرض (و بدل مال التجارة) (۱۵)

"جان لیجیے کہ بے شک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دیون تین طرح کے ہیں: قوی، متوسط اور ضعیف۔ پس زکوۃ اس وقت واجب ہو گی جب نصاب مکمل ہو جائے اور ایک سال بھی گزر جائے، تاہم فوراً نہیں، بلکہ تب جب چالیس دراہم اس کے قبضے میں ہوں۔ دین قوی کی مثال قرض اور مال تجارت کا بدل ہے۔"

۴۔ فیملی بزنس کمپنی کے لیے زکوۃ نکالنے کا طریقہ

کمپنی AB ایک فیملی بزنس ہے۔ وہ میڈیکل اور سرجری کے آلات، مثلاً: ہڈی جوڑنے کا راڈ، پلیٹ وغیرہ کی خرید و فروخت کا کام کرتی ہے۔ کمپنی AB کی طرف سے زکوۃ کا حساب کرتے وقت درج ذیل چیزوں کا حساب کیا جاتا ہے:

- نقدی (Cash)
- مال تجارت (Stock)
- AB کے پیسے جو کسی پر واجب الادا (Receivables) ہوں۔

ان تینوں کو شامل کر کے زکوۃ کا حساب کیا جاتا ہے۔

- کمپنی کے ذمے واجب الادا دیون (Payables) کو مذکورہ بالا تین چیزوں کے مجموعے سے منہا کیا جاتا ہے۔ AB کی طرف سے زکوۃ کا حساب کرتے وقت اسٹاک کی قیمتِ فروخت کا اعتبار کیا جاتا ہے، لیکن چونکہ قیمتِ فروخت بھی گاہک کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، مثلاً: AB سرکاری ہسپتال میں سستی قیمت میں اشیا فروخت کرتی ہے، جبکہ پرائیویٹ ہسپتالوں کو مہنگی اور مریضوں کو متوسط قیمت پر فروخت کرتی ہے، تو ان تینوں

قیمتوں میں بعض اوقات کافی فرق آجاتا ہے۔

اس لیے AB تذبذب کا شکار ہے کہ کون سی قیمت فروخت کے حساب سے زکوۃ نکالی جائے۔ بعض دفعہ مریض کے حساب سے قیمتِ فروخت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ بعض اوقات سرکاری ہسپتالوں کے حساب سے قیمتِ فروخت کا اعتبار کرکے زکوۃ کا حساب کیا جاتا ہے۔

البتہ قیمتِ فروخت کے اعتبار سے حساب مکمل کرنے کے بعد کچھ اضافی رقم بھی احتیاطاً شامل کرکے زکوۃ ادا کی جاتی ہے۔ زکوۃ کا حساب کرنے کا مذکورہ بالا طریقہ کار شرعاً کیسا ہے؟

طریقہ و شرعی حکم

مذکورہ صورت میں اگر ان تینوں قیمتوں میں سے کسی ایک قیمت پر AB زیادہ تر اشیا فروخت کرتی ہے تو اسٹاک کی قیمت فروخت میں اسی کا اعتبار کرکے زکوۃ ادا کی جائے، لیکن اگر تینوں میں سے کسی ایک قیمت پر زیادہ تر اشیاء فروخت نہیں کی جاتیں بلکہ عام طور سے تینوں قیمتوں پر اشیاء فروخت کی جاتی ہیں تو اس صورت میں اوسط قیمت فروخت نکال لی جائے اور سٹاک کی قیمت فروخت میں اسی کا اعتبار کرکے زکوۃ ادا کر دی جائے۔ اس حوالے سے دکتور وھبۃ زحیلی فرماتے ہیں:

يقوم التاجر العروض او البضاع التحارية فى كل عام بحسب سعرها فى وقت اخراج الزكاة لا بحسب سعر شرائها، و يخرج الزكاة المطلوبة وتضم السلع التجارية بعضها الى بعض عند التقويم ولو اختلفت اجناسها كثياب وجلود ومواد تموينية۔ (١٦)

"تاجر عمومی سامان اور سامان تجارت کی ہر سال قیمت لگائے گا، یہ قیمت زکوۃ نکالنے کے وقت چیز کی بازاری قیمت کے مطابق لگائی جائے گی نہ کہ قیمت خرید کے مطابق، اور مطلوبہ زکوۃ نکال دی جائے گی۔ سامان تجارت کی قیمت لگاتے وقت بعض چیزوں کو بعض کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اگرچہ ان کی اجناس مختلف ہوں۔ جیسے کپڑے، چمڑے اور سپلائی کا سامان۔"

۵۔ مختلف فنڈز میں رکھی ہوئی رقم زکوۃ سے منہا کرنا

AB فیملی بزنس کمپنی کی طرف سے زکوۃ کا حساب کرتے وقت مختلف فنڈز، مثلاً: سوشل سیکیورٹی، تکافل وغیرہ میں جو رقوم رکھی ہوئی ہیں، ان کو شامل نہیں کیا جاتا، جبکہ رواں مہینے ملازمین کو جو تنخواہیں دینی ہوں، وہ منہا نہیں کی جاتیں۔ اسی طرح یوٹیلیٹی بل بھی منہا نہیں کیے جاتے۔ کیا حکم ہے؟

شرعی حکم

زکوۃ کا حساب کرتے وقت سوشل سیکورٹی میں جمع کروائی ہوئی رقم کو نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ رقم AB کی ملکیت سے نکل گئی ہے اور تکافل میں تفصیل یہ ہے کہ صرف فیملی تکافل کے Participant

Investment Fund میں موجود رقم، جسے کیش ویلیو کہتے ہیں، اس پر زکوۃ واجب ہے کیونکہ وہ تکافل پلان لینے والے کی ملکیت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو نصاب میں شامل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ تکافل کی دیگر اقسام میں جمع شدہ رقم کو نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ نیز زکوۃ کے حساب کے وقت ملازمین کی تنخواہیں اور یوٹیلٹی بلز وغیرہ جو واجب الادا ہو چکے ہوں انھیں نصاب سے منہا کیا جاسکتا ہے۔

دکتور وھبۃ زحیلی فرماتے ہیں:

قال الحنيفة: سبب الزكوة: ملك مقدار النصاب النامى ولو اتقديراً بالقدرةعلى الاستمناءبشرط حولان الحول القمرى لا الشمسى، وبشرط عدم الدين الذى له مطالب من جهة العباد وكونه زائداً عن حاجته الاصلية۔ (١٧)

”احناف فرماتے ہیں: زکوۃ کا سبب نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ہے، اگرچہ یہ تقدیراً ہی ہو، اس شرط کے ساتھ کہ ایک قمری سال گزر جائے، شمسی کا اعتبار نہیں۔ اور دوسری شرط یہ کہ اس شخص پر کوئی ایسا قرض نہ ہو جس کا بندوں کی جانب سے مطالبہ موجود ہو، اور یہ کہ وہ حاجت اصلیہ کے علاوہ ہو۔“

٦۔ فیملی بزنس اور شیئرز کی زکوۃ

کمپنی AB جو کہ ایک فیملی بزنس ہے، نے سیالکوٹ ایئرپورٹ کے شیئرز خریدے ہوئے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے وقت ان شیئرز کی مارکیٹ ویلیو معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن چونکہ ابھی یہ نئی کمپنی ہے، اس لیے اس کی مارکیٹ اتنی نہیں ہے، ایسی صورت میں اس کی مارکیٹ ویلیو معلوم کرنا مشکل ہے۔ اس وجہ سے ان شیئرز کی قیمتِ خرید پر زکوۃ ادا کی جاتی ہے، یعنی جتنی قیمت پر AB نے وہ شیئرز خریدتے ہیں، اسی قیمت پر ہی زکوۃ ادا کی جاتی ہے۔ کیا حکم ہے؟

شرعی حکم

واضح رہے کہ اصلاً تو شیئرز کی مارکیٹ ویلیو کا حساب لگا کر ہی زکوۃ ادا کی جائے۔ البتہ اگر شیئرز کی مارکیٹ ویلیو مارکیٹ میں متعارف نہ ہونے کی وجہ سے معلوم کرنا مشکل ہو تو پھر جب تک ان کی مارکیٹ ویلیو معلوم نہ ہو سکتی ہو اس وقت تک قیمتِ خرید پر زکوۃ ادا کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ المعاییر الشرعیۃ میں مرقوم ہے:

يتم تقويم عروض التجارة بالقيمة السوقية للبيع فى مكان وجودها حسب طريقة بيعها بالجملة و التجزئة، فان كان البيع بهما فالعبرة بالاغلب ولا تقويم بالتكلفة او السوق ايهما اقل، لكن ان تعسر تقويمها تزكى بالتكلفة۔

البضاعة قيد التصنيع: تزكى بقمتها السوقية بحالتها يوم الوجوب، فان لم تعرف لها قيمة سوقية تزكى تكلفتها۔ (١٨)

"سامانِ تجارت کی قیمت ان کے مقام اور ان کے بیچے جانے کے طریقے (یکمشت یا قسطوں پر، جیسے بھی

بیچی جاتی ہو، اگر دونوں طریقوں سے بیچی جاتی ہو تو اکثر معاملات کا اعتبار ہو گا) کے اعتبار سے بازار کی قیمتِ فروخت لگائی جائے گی۔ ان اشیا کی قیمت کا تعین لاگت اور بازاری قیمت میں سے اقل [کم تر] کے اعتبار سے نہیں لگائی جائے گی۔ البتہ اگر قیمت کے دیگر طریقے استعمال کرنا مشکل ہو تب سامان کی قیمت لاگت کے لحاظ سے طے کی جاسکتی ہے۔

تیاری کے مرحلے میں سامان: اس کے زکوۃ واجب ہونے کے دن کی بازاری قیمت کے لحاظ سے زکوۃ دی جائے گی۔ اگر بازاری قیمت کا تعین کرنا مشکل ہو تو اس کی لاگت کے لحاظ سے زکوۃ دی جائے گی۔"

۷۔زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کوئی سی تاریخ مقرر کرلینا

کمپنی AB کی طرف سے زکوۃ کا حساب کرنے کے لیے ۱۵ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی ہے، ایک مرتبہ حساب لگا کر پھر وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی کرکے زکوۃ ادا کی جاتی ہے، اس حوالے سے شریعت کی رہنمائی کیا ہے؟

شرعی حکم

واضح رہے کہ جس قمری تاریخ میں کوئی شخص صاحب نصاب بنے، اسی قمری تاریخ کو آئندہ سال زکوۃ واجب ہو گی اور صاحب نصاب بننے کی تاریخ کسی دوسرے مہینے میں ہونے کے باوجود ۱۵ رمضان کو زکوۃ کا حساب کرنے سے زکوۃ کی واجب شدہ مقدار میں کمی ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا صاحب نصاب بننے کی تاریخ پر زکوۃ کا حساب کرنا چاہیے خواہ وہ تاریخ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے قمری مہینہ میں ہو۔ اگر صاحب نصاب بننے کی قمری تاریخ یاد نہ ہو تو غور وفکر کے بعد جس تاریخ کا غالب گمان ہو وہ آئندہ کے لیے متعین ہو جائے گی۔ اگر کسی تاریخ کا غالب گمان بھی نہ ہو تو پھر خود سے کوئی بھی تاریخ متعین کی جاسکتی ہے۔ البتہ اس صورت میں زکوۃ احتیاطاً کچھ زیادہ ادا کر دی جائے۔ نیز زکوۃ کی واجب شدہ رقم اکٹھی یا تھوڑی تھوڑی کرکے بھی ادا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اگلے سال سے پہلے پہلے ساری ادا کر دی جائے۔

دکتور وھبۃ زحیلی فرماتے ہیں:

قال الحنيفة: سبب الزكوة: ملك مقدار النصاب النامى ولو اتقديراً بالقدرةعلى الاستنماءبشرط حولان الحول القمرى لا الشمسى،وبشرط عدم الدين الذى له مطالب من جهة العبادوكونه زائداًعن حاجته الاصلية۔[19]

"احناف فرماتے ہیں: زکوۃ کا سبب نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ہے، اگرچہ یہ تقدیراً ہی ہو، اس شرط کے ساتھ کہ ایک قمری سال گزر جائے، شمسی کا اعتبار نہیں۔ اور دوسری شرط یہ کہ اس شخص پر کوئی ایسا قرض نہ ہو جس کا بندوں کی جانب سے مطالبہ موجود ہو، اور یہ کہ وہ حاجت اصلیہ کے علاوہ ہو۔"

۸۔نقد اور بینک اکاونٹ کے ذریعے زکوۃ ادا کرنا

کمپنی AB کی طرف سے زکوۃ کی ادائیگی نقد پیسوں کی صورت میں کی جاتی ہے، اور اگر جگہ دور ہو تو پھر بینک اکاونٹ کے ذریعے مفتی صاحب (جو کہ AB کی طرف سے زکوۃ کی رقم مدارس میں خرچ کرتے ہیں) کے اکاونٹ میں زکوۃ کی رقم جمع کرادی جاتی ہے؟ اس کا کیا حکم ہے؟

شرعی حکم

مذکورہ صورت شرعاً درست ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

اذا وکل فی اداء الزکاۃ اجزاتہ النیۃ عند الدفع الی الوکیل فان لم ینو عند التوکیل و نوی عند دفع الوکیل جاز کذافی الجوھرۃ النیرۃ۔ (۲۰)

"جب ایک شخص زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنائے تو وکیل کو ادا کرتے وقت نیت کر لینا کافی ہے، لیکن اگر اس نے وکیل بناتے وقت نیت نہ کی اور مال وکیل کو ادا کرتے وقت زکوۃ کی نیت کر لی تو یہ جائز ہو گا۔ الجوہرۃ النیرہ میں اسی طرح لکھا ہے۔"

۹۔ڈائریکٹرز کے ڈیویڈنڈ اور اموال زکوۃ

غازی گلاس کے ڈائریکٹر صاحبان اپنے ڈیویڈنڈ خود ادا کرتے ہیں۔ اس کا کمپنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

شرعی حکم

اگر ڈائریکٹر صاحبان اپنے ڈیوڈنڈ کے ساتھ دیگر اموال زکوۃ کا حساب کر کے زکوۃ ادا کریں، تو ایسا کرنا جائز ہے۔ شارح ہدایہ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الزکوۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکا تاما و حال علیہ الحول۔ (۲۱)

"ایک آزاد، عاقل، بالغ اور مسلمان پر زکوۃ واجب ہے، اس وقت جب کہ وہ کامل نصاب کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے۔"

خلاصہ بحث

لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور خاص طور پر کسی کاروباری فرد یا ادارے کا اپنی آمدن میں سے معاشرے کو حصے دار ٹھہرانا ایک اعلی انسانی قدر ہے۔ اس کا شعور پوری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ اسے کاروباری اصطلاح میں "Corporate Social Responsibility" کہا جاتا ہے۔ دوسری جانب دین اسلام کی تعلیمات پر غور کیجیے تو سامنے آتا ہے کہ اسلام تو سراپا خیر خواہی ہے۔ لوگوں کی خیر خواہی، لوگوں کو نفع پہنچانے اور معاشرے پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی ترغیب

سے اسلام کا دامن لبریز نظر آتا ہے۔ خیر خواہی کے ان احکامات میں سے درجہ وجوب میں "زکوۃ" ہے۔ درج بالا مقالے میں فیملی بزنس سے متعلقہ زکوۃ کے مسائل واحکام کو ذکر کیا گیا ہے۔ زکوۃ کے ۹ ایسے مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے، جو کہ فیملی بزنس کو حقیقتاً درپیش ہوتے ہیں۔ راقم نے فیملی بزنس سے متعلق جاری اپنی تحقیق کے دوران فیملی بزنس کو درپیش ان مسائل کو خود ملاحظہ کیا اور پھر ان کا شرعی حل پیش کیا۔ مندرجات بالا کے توسط سے جہاں فیملی بزنس کو درپیش زکوۃ سے متعلق مسائل کا حل سامنے آیا ہے، وہیں اس دعوے کے مضبوط دلائل بھی واضح ہوئے ہیں کہ اسلام نے سی۔ایس۔آر کے لیے سب سے زیادہ مضبوط اور عمدہ بنیاد فراہم کی ہے۔

حوالہ جات

۱ C.S.R:https://www.researchgate.net/publication/330001773_Corporate_Social_Responsibility_Paper/IRJMSH Vol 8 Issue11[Year 2017] ISSN 2277 – 9809 (0nline)2348–9359 (Print) Last seen on 10th September 2019.

۲۔ C.S.R:https://www.investopedia.com/terms/c/corp-social-responsibility.asp Last seen on 10th September 2019

۳۔ Noor Wali Shah ,Weekly Sharia and Business , Regd. No:MC1404 , Volumne 6, Issue 14-15, P.18.

۴۔ A Study of Conflict and its impact on "Ms. ASHWINI SURENDRA KADAM Reference to major cities in Family Managed Business: with Special . A Ph.D Thesis, Submitted,(Enrollment No.: DYP-"Western Maharashtra M.Phil-11022) Patil University,Department of Business Management, Navi Mumbai,January 2014.

۵۔ الحدید:۷

۶۔ الحدید:۱۰

۷۔ البقرہ:۲۴۵

۸۔ ابو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني ،المتوفى: ۲۷۵ھ، سنن أبي داود، دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، ۱۴۳۰ھ، ج۷، ص۳۰۰

۹۔ أبو عبد الله محمد بن سلامة بن جعفر بن علي بن حكمون القضاعي المصري ،المتوفى: ۴۵۴ھ، مسند الشهاب، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۰۷ھ

۱۰۔ سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، شیخ الہند اکیڈمی کراچی، طبع اول، جولائی ۲۰۱۰ء، ص ۲۴۹

۱۱۔ الاعراف:۱۵۶

۱۲۔ الروم:۳۹

۱۳۔ عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی البلدحی، مجد الدین ابو الفضل الحنفی، المتوفی:۶۸۳ھ، الاختیار لتعلیل المختار، مطبعۃ الحلبی القاهرة، ۱۹۳۷ء، ج۱، ص ۱۰۴

۱۴۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی، المتوفی: ۱۲۵۲ھ، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکوۃ، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۲ء، ج۲، ص ۲۶۹

۱۵۔ ایضاً، ج۲، ص ۲۶۹۔۳۰۵

۱۶۔ ا، د، وَهبَة بن مصطفی الزُّحَیلیّ، استاذ ورئیس قسم الفقه الاسلامیّ واصوله بجامعة دمشق سابقاً، الفِقهُ الاسلامیُّ وادلَّتُهُ، الناشر: دار الفکر، دمشق، ج۳، ص ۱۸۷۱

۱۷۔ ایضاً، ج۳، ص ۱۸۷۱

۱۸۔ المعاییر الشرعیۃ، المعیار الخامس والثلاثون، معیار الزکوۃ، التی تم اعتماد: نوفمبر ۲۰۱۸ء، ص: ۸۹۱، هیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للموسسات المالیۃ الاسلامیۃ (AAOIFI) http://aaoifi.com/24188-2

۱۹۔ ا، د، وَهبَة بن مصطفی الزُّحَیلیّ، محولہ بالا، ج۳، ص ۱۸۷۱

۲۰۔ لجنة علماء برئاسة نظام الدین البلخی، الفتاوی الهندیة، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة: ۱۳۱۰ھ، ج۱، ص ۱۷۱

۲۱۔ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الهمام، المتوفی: ۸۶۱ھ، فتح القدیر، ط: دار الفکر، بیروت، لبنان، ج۲، ص ۱۵۳